مابعد الطبیعات

a' Kam ali. S.A. Types of Islamic Thought
Aligarh. P 112 114

Valiuddin. M. Reconciliation between the Arabic wahdat al wujud and the Mujaddid's wahdat al shuhud
Islamic culture 1951. P51

a' Kamali, S.A. Types of Islamic Thought. Aligarh, P.114-115

a' Waliullah, Shah. Hamaat tr by obaidullah Sindhi. Deoband. P.62

a' Khan. A.M. Elements of Islamic Philosophy.

a' Wali ullah. Shah Hamaat tr by obaidullah Sindhi
Deoband, P.P 62. 75

ابو سلمان شاہجہان پوری

ریشمی خطوط

(گزشتہ سے پیوستہ)

[۲۲] کہ اس حقیقت کی طرف مولانا الناظم (عبیداللہ سندھی) نے خود اپنی ڈائری میں ان الفاظ میں روشنی ڈالی ہے :-

"ہماری تربیت علمائے دیوبند کے مسلک پر ہوئی ہے۔ دیوبندی جماعت فقہ حنفیہ کی پابند ہے لیکن بہت سی رسوم کی تردید میں وہ مولانا اسمٰعیل شہید کے طریقے پر ہے اس میں یہاں تک مبالغہ کیا جاتا ہے کہ مولانا اسمٰعیل کے اصلی اتباع یہ لوگ اپنے سوا کسی کو نہیں مانتے۔ سندھ میں میں نے بیس سال زندگی بسر کی ہے۔ میرے بزرگ سب اسی دیوبند مسلک سے ملتے جلتے ہیں اگرچہ علمائے دیوبند سے ان کے افادہ اور استفادہ کا کوئی رابطہ نہیں۔ ان کے مخالف سندھ میں پیروں اور مولویوں کی تعداد کافی زیادہ ہے۔ ہندوستانی حکومت نے ان میں سے ایسے لوگوں کا انتخاب کیا جن کا قندھار کے پیروں سے کافی تعلق تھا۔ ان کے قندھاری بزرگوں میں سے ایک پیر کابل تشریف لائے اور سردار نائب السلطنت سے ملے اور انہیں یقین دلایا کہ مولانا عبیداللہ حکومت ہند کا فرستادہ ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ افغانستان کے لوگوں کا مذہب خراب کرے اور افغانستان کی حکومت کے اسرار سے انگریزوں کو مطلع کرے

سردار نائب السلطنت کے سکریٹری نے ہم سے ذکر کیا۔ ہم نے اس کو سمجھا دیا کہ وہ افغان سی آئی ڈی کے افسروں کو مقرر کر کے ہمارے متعلق حکومت برطانیہ کی رائے معلوم کریں۔ اگر ذرا سا شبہ ثابت ہو تو مجھے توپ سے اڑا دیا جائے دوسری صورت میں جہاں سے آج میں چھوڑ رہا ہوں، وہیں سے شروع کروں گا گویا یہ زمانہ بیماری کی رخصت میں محسوب ہوگا۔ غالبا یہ تجویز سردار کو پسند آئی اور اس پر عمل کیا گیا، ہمیں معلوم ہوا کہ افغان خفیہ نویسوں نے کہا کہ اس شخص کے نامہ اعمال میں ایک نقطہ بھی سفید نہیں رہا اس کے بعد سردار نائب السلطنت نے ہمیں خاص طور پر باریاب فرمایا اور ہم اپنے کام میں مصروف ہوگئے۔"

۴۵ مہاجرین طلبائے انگریزی سے طلبہ کی وہ جماعت مراد ہے جو ۵ فروری ۱۹۱۵ء کو لاہور سے ہجرت کر کے افغانستان کے لئے روانہ ہوئی تھی۔ اس قافلے میں شریک قافلہ ظفر حسن ایبک کی تحریر کے مطابق خوشی محمد، عبداللہ، عبدالباری، عبدالمجید خان، اللہ نواز خان، شیخ عبدالقادر، عبدالرشید عبدالمجید، محمد حسن، رحمت علی، شاہ نواز خان، عبدالحق اور خود ظفر حسن شامل تھے۔ یہ کل ۱۳ ممبر تھے، ان میں ایک ممبر کا اضافہ اس وقت ہوا جب یہ قافلہ مجاہدین کے مرکز اسمس میں مقیم تھا۔ یہ ممبر عبداللہ کا چھوٹا بھائی عبدالرحمن تھا جو دو تین روز بعد تن تنہا روانہ ہوگیا تھا۔ چودہ افراد پر مشتمل یہ قافلہ جلال آباد پہنچا جہاں اسے نظر بند کر دیا گیا اور نظر بندی کا یہ سلسلہ جلال آباد اور کابل میں مسلسل چار سال یعنی امیر حبیب اللہ خان کے قتل (۲۰ فروری ۱۹۱۹ء) اور سردار امان اللہ خان کے سربر آرائے حکومت ہونے تک جاری رہا لیکن مولانا سندھی کے کابل پہنچنے (اکتوبر ۱۹۱۵ء) کے بعد ان کی کوششوں سے کچھ آسانیاں پیدا ہوگئی تھیں ان میں سے بعض کو مولانا نے اپنی تحریک کا رکن بنالیا تھا اور سیاسی کارگزاریوں حتیٰ کہ عارضی حکومت تک میں شامل کرلیا تھا۔ نیز عارضی حکومت کی طرف سے ہندوستان، روس، ترکی، جاپان کے مجوزہ یا بھیجے جانے والے وفود کے ارکان ان طلبہ پر مشتمل تھے۔ مولانا سندھی کے کابل پہنچنے اور سرکاری حلقوں میں اعتماد حاصل کر لینے کے بعد مہاجر طلبہ کے لئے جو آزادی اور آسانی پیدا ہوئی تھی وہ حاجی عبدالرزاق کی مدد اور نائب السلطنت سردار نصر اللہ خان کی عنایت سے ہوئی تھی۔ مکتوب نگار مولانا محمد میاں نے ان ہی حالات کی طرف اشارہ کیا ہے۔

۴۶ـ ریشمی خطوط سازش کیس سے دو سکھ نوجوانوں کا پتہ چلتا ہے جو اس وقت کابل میں موجود تھے اور جنہیں مولانا سندھی کی سفارش سے رہائی ملی تھی۔ ان میں سے ایک کا نام متھرا سنگھ اور دوسرے کا نام ہرنام سنگھ تھا۔

(الف) متھرا سنگھ ریشمی خطوط سازش کیس میں کئی جگہ اس کا ذکر آیا ہے۔ مولانا سندھی نے حکومت موقتہ کے روسی مشن کے سلسلے میں اپنی ڈائری میں نیز ظفر حسن ایبک نے اپنی آپ بیتی میں اس کا تذکرہ کیا ہے لیکن یہاں ریشمی خطوط سازش کیس کی شخصیات کے سلسلے میں سی آئی ڈی نے جن معلومات کو جمع کر دیا ہے ان پر اکتفا کیا جاتا ہے:۔

"ڈاکٹر متھرا سنگھ عرف سردار سنگھ عرف سندر سنگھ عرف شمشیر سنگھ کھتری ساکن موضع ڈھڈیال تحصیل چکوال ضلع جہلم۔ یہ شخص پہلے محض ایک کپاؤنڈر تھا لیکن اس نے خود کو ڈاکٹر کہنا شروع کر دیا۔ پہلے یہ راولپنڈی صدر میں ڈاکٹر جگت سنگھ کی دکان میں کام کرتا تھا اور پھر ۱۹۰۸ء سے ۱۹۱۲ء تک نوشہرہ چھاونی میں ایچ ڈی ٹھاکر داس کیمسٹ اینڈ ڈرگسٹ کی دکان میں شریک رہا۔ غبن کا شبہ ہونے پر اس نے دکان سے اپنا تعلق توڑ لیا اور فروری ۱۹۱۳ء میں نوکری کی تلاش میں سمندر پار چلا گیا۔ وہ رنگون، پینانگ سنگاپور، ہانگ کانگ، جاپان وغیرہ گیا اور جولائی ۱۹۱۳ء میں سان فرانسسکو گیا جہاں اس کی ملاقات ہردیال سنگھ اور اس کی انقلابی پارٹی سے ہوئی جنہوں نے اس میں برطانیہ کے خلاف خیالات بھڑکائے اسے افغانستان بھیجا گیا تاکہ اس حکومت سے طے کرے کہ آئندہ جو انقلابی بھاگ کر افغانستان جائیں ان کا تحفظ کیا جائے۔ سان فرانسسکو میں ایک ماہ قیام کے بعد وہ شنگھائی، جاپان، ہانگ کانگ، ملایا اور برما ہوتا اور ان ملکوں میں انقلاب پسندوں سے ملاقات کرتا ہوا مارچ ۱۹۱۴ء میں مدراس پہنچا۔ کسی نامعلوم وجہ سے وہ جولائی ۱۹۱۴ء میں شنگھائی واپس گیا۔ جنگ شروع ہونے کے بعد نومبر ۱۹۱۴ء میں وہ پھر ہندوستان آیا اور سیدھا پنجاب پہنچا۔ اس کے بعد پیچھے کے دور میں معلوم ہوا کہ وہ امرتسر اور دوسرے مقامات پر بم بنا رہا ہے۔ جب لاہور میں کچھ گرفتاریاں کی گئیں تو وہ ہرنام سنگھ عرف ارجن سنگھ ساکن کٹھوعہ کے ہمراہ

سرحد پار کرکے تیراہ بھاگ گیا اور وہاں سے پیشی بلکہ پہنچ گیا افغان حکام نے ان کو وہاں گرفتار کرلیا اور حراست میں کابل پہنچا دیا۔ ان کو جیل میں رکھا گیا لیکن راجہ مہندر پرتاب کی سفارش پر سردار نصر اللہ خان نے ان کو رہا کر دیا۔

اس کے بعد وہ کابل میں اینٹی برٹش پارٹی کے سرگرم اور مستقل ممبر بن گئے۔ متھرا سنگھ نے وہاں سے ہندوستانی فوجیوں کو بغاوت پر اکسانے کے لئے خطوط مردان میں مامور گائیڈس کیولری (رسالہ) وفعدار ہرچرن سنگھ اور راولپنڈی میں بھائی ہرنام سنگھ کے نام روانہ کئے۔ مارچ ۱۹۱۶ء میں ڈاکٹر متھرا سنگھ اور لاہور کا ایک جہادی طالبعلم خوشی محمد راجہ مہندر پرتاب کا ایک خط گورنر تاشقند کے لئے اور دوسرا خط جو سونے کی طشتری میں زار روس کے لئے تھا۔ اپنے ساتھ لے کر خفیہ مشن پر روانہ ہوئے جس میں حکومت روس سے درخواست کی گئی تھی کہ اگر افغانستان ہندوستان پر حملہ آور ہو تو روس غیر جانب دار رہے۔ یہ مشن مئی ۱۹۱۶ء میں ہندوستان واپس آگیا۔"

واپسی کے بعد سردار نصر اللہ خان سے پہلے متھرا سنگھ، پھر خوشی محمد کی ملاقات کا تفصیلی ذکر، مولانا سندھی مرحوم اور ظفر حسن ایبک نے کیا ہے لیکن ہم اسے یہاں بخوفِ طوالت نظر انداز کرتے ہیں۔ چین اور جاپان مشن میں متھرا سنگھ کی شرکت، روانگی اور گرفتاری کے حالات ریشمی خطوط سازش کیس کی مذکورہ بالا رپورٹ کے تسلسل سے نقل کرتے ہیں:-

"اس کے بعد متھرا سنگھ، شیخ عبدالقادر کے ہمراہ جولائی ۱۹۱۶ء میں راجہ مہندر پرتاب اور مولانا برکت اللہ کے خطوط چین کے ڈاکٹر سن یات سین اور جاپان کے شاہ میکاڈو اور کاؤنٹ اوکاما کے نام لے کر روانہ ہوئے۔ ان کے پاس گیارہ ہزار پونڈ کے چیک تھے کچھ چیک نیویارک کے سرمیشن بنک (جرمن بنک) اور کچھ چیک جاپان کے اسپیشی بنک کے نام تھے اور باقی سان فرانسسکو کے انٹرنیشنل بنکنگ کارپوریشن کے نام تھے۔ یہ چیک چین اور جاپان کے مقامی بنکوں کی معرفت کیش کرانے تھے۔ متھرا سنگھ اور عبدالغفار نے روسی ترکستان کے راستہ سفر کیا۔ لیکن روس میں پہنچنے کے کچھ دیر بعد ان کو روسی حکام نے گرفتار کرلیا۔ ان کو مشہد لے جاکر برطانوی قونصل جنرل کے حوالے کر دیا گیا

بالآخر ان کو لاہور پہنچا دیا گیا۔ اسپیشل ٹریبونل نے متھرا سنگھ کے خلاف مارچ ۱۹۱۷ء میں مقدمہ کی سماعت کی۔ اس کو ضابطہ فوجداری کے دفعات ۱۲، ۱۲۱ الف ۳۰۲/۱۰۹ کے تحت اور دوسرے جرائم کا مرتکب قرار دیدیا گیا اور سزائے موت کا حکم سنایا جس پر عمل درآمد کے لئے ۱۲ مارچ کا دن مقرر کیا گیا۔"

(ب) ہرنام سنگھ۔ متھرا سنگھ کے حالات میں اس کا ذکر آچکا ہے۔ ریشمی خطوط سازش کیس میں اس کا ذکر ان الفاظ میں ذکر آیا ہے:۔

"ہرنام سنگھ عرف ارجن سنگھ پسر بھاگ سنگھ مہاجن موضع کہوٹا ضلع راولپنڈی ایس ایس کوما گاٹومارو جہاز کے ذریعہ جاپان جیسے دور دراز ملک تک سفر اور واپسی میں گرو بیت سنگھ کا نائب خاص تھا وہ ماشیما مارو نامی جہاز کے ذریعے بیر سنگھ کے ہمراہ ہندوستان واپس آیا جو کہ کوما گاٹو مارو مہم کا جوائینٹ سکریٹری تھا عرشہ جہاز پر مسافروں کو بھڑکانے کی اس نے سرگرم کوششیں کیں اور پھر موہن سنگھ کی پارٹی کے ہمراہ ناندیڑ چلا گیا۔ خیال کیا جاتا ہے کہ اس نے خالصہ کالج امرتسر میں تعلیم پائی ہے۔ سکھ غدر سازش کا انکشاف ہونے پر جب لاہور میں گرفتاریاں کی گئیں تو وہ ڈاکٹر متھرا سنگھ کے ہمراہ سرحد پار کرکے تیراہ بھاگ گیا اور وہاں سے پیش ملک پہنچا جہاں افغان حکام نے ان دونوں کو گرفتار کرلیا اور حراست میں کابل پہنچا دیا جہاں انہیں جیل میں ڈال دیا گیا تھا لیکن بعد میں سردار نصراللہ خان نے راجہ مہندر پرتاب کی سفارش پر ان کو رہا کردیا۔ اس کے بعد یہ لوگ وہاں برطانیہ کے خلاف غدر پارٹی کے سرگرم اور باضابطہ ممبر بن گئے۔ کابل میں ہرنام سنگھ اور متھرا سنگھ نے مشترکہ طور پر مردان میں گائیڈس کے رسالہ کے دفعدار ہرچرن سنگھ اور راولپنڈی کے بھائی ہرنام سنگھ کو باغیانہ خطوط لکھے جن میں ہندوستانی فوجیوں کو بغاوت کے لئے بھڑکانے کی تلقین کی گئی تھی ہرنام سنگھ ۱۹۱۶ء میں بھیس بدل کر ہندوستان آنے والا تھا۔ تاکہ بعض ہندوستانی مہاراجاؤں کے نام قیصر جرمنی کے جو خطوط راجہ مہندر پرتاب لایا تھا وہ مکتوب الیہ کو پہنچائے جاسکیں لیکن یہ معلوم نہ ہوسکا کہ اس مقصد کے لئے اس نے واقعتہً ہندوستان کا سفر کیا یا نہیں شاید وہ اس

وقت کابل میں ہے"۔

۵۲۵ جمعیۃ سے مراد حکومت موقتہ ہے جو راجہ مہندر پرتاب کی صدارت میں قائم ہوئی تھی۔ اس کے وزیراعظم مولانا برکت اللہ بھوپالی اور وزیر امور داخلہ مولانا سندھی تھے اور سکریٹری ظفر حسن تھے ۱۹۱۸ء میں جنگ استقلال افغانستان کے موقعہ پر اہل ہند کا تعاون حاصل کرنے کے لئے حکومت موقتہ کی طرف سے جو اعلان نامہ یا اپیل شائع کی گئی تھی اس کے مطابق مولانا سندھی کے الفاظ میں اس کے قیام کا مقصد یہ تھا کہ" ہند میں موجودہ غاصب، غدار اور ظالم حکومت کے عوض بہترین حکومت قائم ہو" عارضی حکومت سے طلبہ کے تعلق و تعاون کا ذکر حاشیہ نمبر ۳۹ میں آچکا ہے۔

۵۲۸ ہندی راجہ۔ راجہ مہندر پرتاب کی شخصیت مراد ہے جو کابل میں ہندوستان کی عارضی حکومت کے صدر تھے۔ ریشمی خطوط سازش کیس میں ان کی شخصیت اور کارناموں پر جامع نوٹ ہے۔ یہاں اسی نوٹ پر اکتفا کیا جاتا ہے:

"راجہ مہندر پرتاب ضلع علی گڑھ کے مقام مرسان کے راجہ دت پرشاد سنگھ بہادر کا بھائی اور جبنید کے راجہ رنبیر سنگھ کا برادر نسبتی ہے۔ پرانے حکمران خاندان سے تعلق رکھتا ہے اور ہاتھرس اور مرسان میں کافی اراضی کا مالک ہے۔ اس نے ایم اے او کالج علی گڑھ میں تعلیم پائی جہاں ہندو مسلم اتحاد کا جذبہ اس کے رگ و پے میں سرایت کر گیا تعلیم مکمل ہونے کے بعد اس نے بندرابن میں ہندوؤں، مسلمانوں اور عیسائیوں نیز سکھوں پر مشتمل منتظمہ کمیٹی بنا کر" پریم مہا ودیالیہ" قائم کیا۔ راجہ کو امید تھی کہ اس اسکول کے ذریعے متحدہ ہندوستان کی اساس پر قومی اتحاد کی تحریک شروع کرے گا۔ وہ سفر کا بڑا شوقین ہے کہا جاتا ہے کہ اس نے دو بار ساری دنیا کا سفر کیا ہے امریکہ میں اس کی ملاقات ہردیال اور غدر پارٹی کے دوسرے ممبروں سے ہوئی اور اس میں انقلابی خیالات نے جوش و خروش پیدا کر دیا۔ ۲۰ دسمبر ۱۹۱۴ء کو ہندوستان سے مارسیلز روانہ ہوا جہاں سے وہ سوئیٹزرلینڈ اور پھر جرمن پہنچ کر برلن کی انڈیا سوسائٹی میں شامل ہو گیا۔ ۱۹۱۵ء میں امیر کابل اور ہندوستانی والیان ریاست کے لئے قیصر جرمنی اور سلطان ترکی کے خطوط اور جہاد کے فتاویٰ دے کر اسے ترک جرمن مشن کے ہمراہ افغانستان بھیجا گیا

کابل کے قیام کے زمانے میں اس نے حکومت موقتۂ ہندیہ قائم کی جس کا صدر وہ خود بنا برکت اللہ وزیراعظم اور عبیداللہ وزیر داخلہ بنائے گئے ۔ اس نے جہاں جرطلبہ کی بہت سی سفارتیں منظم کیں جو روس، چین، جاپان، برلن اور قسطنطنیہ بھیجی گئیں"۔

۱۹۴۸ء میں ہندوستان میں انتقال ہو گیا ۔

۴۹ء سلطان المعظم ۔ مراد ترکی کے خلیفہ سلطان محمد خامس ہیں جن کا عہد خلافت ۱۹۰۸ء تا ۱۹۱۸ء ہے ان کے بعد سلطان وحید الدین محمد سادس تخت خلافت پر بیٹھے اور ان کے بعد ترکی کے آخری خلیفہ سلطان عبدالمجید ثانی تھے۔ ۲۹، اکتوبر ۱۹۲۳ء کو اعلان و قیام جمہوریت پر منصب خلافت کا خاتمہ ہو گیا ۔

۵۰ء پہلی عالمگیر جنگ سے قبل اور اس کے دوران میں جرمنی پر قیصر ولیم ثانی کی حکومت تھی ۔ جنگ میں جرمنی کی شکست کے بعد جولائی ۱۹۱۹ء میں جرمنی میں بھی جمہوری حکومت قائم ہو گئی

۵۱ء مولوی برکت اللہ ۔ ان کے والد محمد شجاعت اللہ اپنی بیوی کو لے کر ۱۸۵۷ء میں بدایوں سے بھوپال ہجرت کر گئے تھے جہاں ان کی پیدائش ۱۸۵۸ء یا ۱۸۵۹ء میں ہوئی ابتدائی اور اعلیٰ تعلیم کا مرحلہ بھوپال ہی میں طے ہوا اس لئے وہ بھوپالی کی نسبت سے مشہور ہوئے ۔ ان کے اساتذہ میں مولوی سید عبداللہ، مولانا محمد عمر شاگرد امام بخش صہبائی اور مولوی ہادی حسن، مولانا سید انور علی، مولانا محمد ایوب صدیقی، مولانا یوسف علی اور شیخ حسین عرب یمنی خاص طور پر مشہور ہیں تعلیم سے فارغ ہو کر وہ مدرسہ وقفیہ میں مدرس ہو گئے ۱۸۸۲ء کے آخر میں ان کی ملاقات شیخ جمال الدین سے ہو گئی جو اس زمانے میں بھوپال آئے تھے ۔ برکت اللہ ان کے افکار و سیرت سے بہت متاثر ہوئے ۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ اسلامی اتحاد، ملک کی آزادی اور استعمار دشمنی زندگی بھر ان کا مقصد رہا ہے ۔ جنوری ۱۸۸۳ء میں اچانک بھوپال سے چلے گئے ۔ پہلے ہوشنگ آباد پھر جبل پور پہنچے اور کچھ عرصہ ایک کرسچین مشن میں ملازمت کی بعد میں وہ بمبئی چلے گئے جہاں انہوں نے تقریباً چار سال قیام کیا اور انگریزی کی تحصیل کی مزید اعلیٰ تعلیم کے لئے انگلستان چلے گئے جہاں انہوں نے اخبارات میں کالم نویسی کا سلسلہ بھی شروع کر دیا ۔ یہی ان کی گزر اوقات کا ذریعہ تھا ۔ ان کی علمی شہرت سے متاثر ہو کر مسٹر عبداللہ کوئیلم شیخ الاسلام انگلستان نے انہیں

لیورپول آنے کی دعوت دی ۔ برکت اللہ نے ان کے قائم کردہ ادارہ "مسلم انسٹی ٹیوٹ لیورپول" میں شریک ہوکر تعلیم وتدریس کا سلسلہ شروع کیا ۔ دوسری طرف کریسنٹ اور اسلامک ورلڈ نامی رسائل میں تبلیغی اور اسلامی موضوعات پر مقالات نویسی شروع کی ۔ کچھ عرصہ بعد وہ لیورپول یونیورسٹی کے اورنٹیل کالج میں عربی کے پروفیسر ہوگئے ۔ یہیں ۱۸۹۵ء میں ان کی ملاقات سردار نصراللہ خان سے ہوئی جو ان کی شہزادگی کا زمانہ تھا ۔

۱۹۰۵ء کے آخر میں مولوی برکت اللہ شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی کی درخواست پر ان کے ایک خفیہ سیاسی مشن پر جین پہنچے جہاں وہ ٹوکیو یونیورسٹی کے مشرقیات کے شعبہ میں اردو کے پروفیسر ہوگئے ۔ یہاں انہوں نے اسلامک فریٹرنیٹی کے نام سے ایک انجمن بنائی اور اسی نام سے ایک رسالہ جاری کیا ۔ اس کے مضامین نے برٹش استعمار کے خلاف پورے جین میں آگ لگادی جس کا نتیجہ نکلا کہ برطانوی قونصل مقیم ٹوکیو کے احتجاج پر انہیں یونیورسٹی سے الگ کردیا گیا لیکن مالی دشواریوں کے باوجود انہوں نے تحریک کو جاری رکھا ۔ وہاں سے وہ جاپان چلے گئے ۔ اس دوران میں ایک انقلابی وفد چودھری رحمت علی کی قیادت میں فرانس بھیجا گیا لیکن اسے اپنے مقاصد میں پوری کامیابی نہیں ہوئی تو حضرت شیخ الہند نے مولانا برکت اللہ کو فرانس جانے کی ہدایت کی ۔ برکت اللہ نے اسلامک فریٹرنیٹی بند کردیا اور ۱۹۱۳ء کے شروع میں فرانس چلے گئے پیرس میں بیٹھ کر انہوں نے اپنی تحریک کو یورپ سے لے کر امریکہ تک اور پورے افریقی ممالک تک پھیلا دیا ۔

مارچ ۱۹۱۳ء میں امریکہ کی ریاست کیلی فورنیا کے شہر سیکرامنٹو میں غدر پارٹی کا قیام عمل میں آیا تو اس کے بانیوں میں موہن سنگھ بھگنہ اور لالہ ہردیال کے ساتھ مولانا برکت اللہ بھی شامل تھے اور یکم نومبر ۱۹۱۳ء کو جب اخبار غدر کا اجراء عمل میں آیا تو اس کے بہترین اور کثرت سے لکھنے والوں میں مولانا برکت اللہ بھی تھے ۔ پہلی جنگ عظیم چھڑنے پر وہ جرمنی چلے گئے اور برلن کمیٹی جس کا پورا نام برلن انڈین نیشنل پارٹی تھا شامل ہوگئے ایک فیصلہ کے مطابق برلن کمیٹی کا ایک مشن قسطنطنیہ بھیجا گیا وہاں سے شیخ الاسلام کا فتوی اور سلطان کے فرامین جو ہندوستان کی مختلف ریاستوں کے نوابوں راجاؤں کے نام تھے حاصل کرکے یہ مشن افغانستان پہنچا یہاں اس نے حکومت موقتہ قائم کی جس کا تذکرہ ایک گذشتہ نوٹ میں آچکا ہے یہ تمام معلومات

ایم عرفان کی کتاب "برکت اللہ بھوپالی" سے ماخوذ ہیں اب ہمیں اُن معلومات برٹش استعمار کے خیالات اوران کی حریت کوشی کے جرائم کی اس فہرست پر بھی نظر ڈال لینی چاہیئے جس کا اندارج اور اظہار ریشمی خطوط سازش کیس میں کیا گیا ہے اس میں کہا گیا ہے :-

"مولوی برکت اللہ بھوپالی وہی بدنام مولوی برکت اللہ ہے جو ٹوکیو میں اردو کا پروفیسر تھا۔ مخالف برطانیہ پروپیگنڈہ کی وجہ سے جاپان میں مشہور ہو گیا۔ بھوپال کے منشی قدرت اللہ (صحیح نام شجاعت اللہ) کا لڑکا ہے۔ حکومت جاپان کی طرف سے برطرف کئے جانے کے بعد ۱۹۱۴ء میں (صحیح یہ ہے کہ وہ ۱۹۱۳ء کے شروع ہی میں) سان فرانسسکو چلا گیا اور وہاں غدر پارٹی کا سرگرم رکن بن گیا۔ وہاں سے برلن پہنچا جہاں وہ انڈین نیشنل پارٹی کا ممبر بن گیا بعد میں جرمن مشن کے ہمراہ کابل کو روانہ ہو گیا۔

راجہ مہندر پرتاب اور عبید اللہ کے ساتھ افغانستان میں ہے اور بڑی سرگرمی کے ساتھ افغانستان کو برطانیہ کے خلاف جنگ پر اکسانے میں مصروف ہے حضرت مولانا کے نام اپنے خط میں عبید اللہ نے اس کا ذکر کیا ہے۔

جنود ربانیہ کی فہرست میں وہ لفٹننٹ جنرل ہے۔"

حکومت موقتہ (عارضی حکومت) یں وہ وزیر اعظم کے عہدے پر فائز تھے۔ اس وفد کے ممبران میں سے مولوی برکت اللہ لیفٹننٹ جنرل کی حیثیت سے اور ترکی نمائندہ کاظم بے۔ میجر جنرل کی حیثیت سے تھے۔ ریشمی خطوط سازش کیس کے انکشاف کے بعد انہیں کابل سے نکلنا پڑا۔ مولانا سندھی کو بھی نہ صرف اپنا سیاسی کام بند کرنا پڑا بلکہ ایک مدت نظر بندی کی صورت میں گزاری۔ مولوی برکت اللہ قسطنطنیہ چلے گئے وہاں سے اپریل ۱۹۱۹ء میں ماسکو چلے گئے امیر حبیب اللہ کے قتل کے بعد جب امان اللہ برسراقتدار آئے تو کابل میں ہندوستان کی آزادی کی تحریک کو کام کرنے کا پھر موقع ملا اس موقع پر مولانا برکت اللہ کو ماسکو سے بلایا گیا اور پھر انھیں برٹش انڈیا سے افغانستان کی جنگ میں روسی امداد حاصل کرنے کے لئے بھیجا گیا۔ برکت اللہ نے کامریڈ لینن اور دوسرے لیڈروں سے کئی ملاقاتیں کیں لیکن ادھر افغانستان نے جنگ چھیڑ دینے میں جلدی کی اور افغانستان کی مستقل اور مکمل آزادی کی شرط پر جنگ بندی کر دی اس لئے مولوی برکت اللہ کو اپنا مشن پایہ تکمیل کو پہنچانے کا موقع نہیں ملا ۱۹۲۰ء میں ایک بار پھر وہ

کابل آئے اور افغانستان کو اس امر پر آمادہ کیا کہ وہ برٹش حکومت سے معاہدہ نہ کرے روس اس کے لئے ایک بارودی کارخانہ قائم کر دے گا لیکن یہ بیل منڈھے نہ چڑھ سکی، انگریز ڈپلومیسی نے اِس منصوبے کو ناکام بنا دیا۔ مولانا برکت اللہ ماسکو چلے گئے۔

۱۹۲۲ء میں مولانا برکت اللہ ماسکو سے برلن چلے گئے۔ وہاں سے فرانس گئے اور ۱۹۲۵ء کے اواخر میں الاصلاح کے نام سے ایک اخبار جاری کیا لیکن ایک ہی نمبر نکلا تھا کہ خود انہیں بھی فرانس کو خیر باد کہنا پڑا ایک مدت انہیں نے سوئٹزرلینڈ میں گزاری ۱۰ر جولائی ۱۹۲۷ء کو وہ امریکہ گئے۔ پہلے نیویارک پھر سان فرانسسکو چلے گئے یہیں ۲۷ر ستمبر ۱۹۲۷ء کو انتقال ہوا۔ میرزویل میں دفن ہوئے۔ آخری رسوم میں مولوی رحمت اللہ، ڈاکٹر سید حسین، ڈاکٹر اورنگ شاہ اور راجہ مہندر پرتاب شریک تھے۔ مولانا برکت اللہ نے شادی نہیں کی تھی۔ خلافت کے نام سے انگریزی زبان میں ان کی ایک کتاب یادگار ہے۔

۵۲ھ حکومت موقتہ کی طرف سے عبدالباری اور شجاع اللہ لاہور کے دو مہاجر طلبہ کا ایک وفد ترکی بھیجا جا رہا تھا غالباً اسی مشن کے پروگرام میں حجاز جا کر حضرت شیخ الہندؒ سے ملاقات بھی شامل ہے۔ یہ مشن ایران میں گرفتار کر لیا گیا اور ہندوستانی حکومت کے حوالے کر دیا گیا تھا۔ ایک مدت تک پنجاب میں نظر بند رہے۔ اول الذکر نے میاں عبدالباری کے نام سے تحریک پاکستان کے کارکن کی حیثیت سے بہت شہرت پائی ہے۔

۵۳ھ جنود ربانیہ یا جنود اللہ اس کے معنی خدائی فوج کے ہیں۔ برصغیر ہند و پاکستان کو آزاد کرانے کے لئے وجود میں آئی تھی یہ فوج اس منصوبے کے تحت ترتیب دی گئی تھی۔ اس کے تین پیٹرن، بارہ فیلڈ مارشل، ایک جنرل اور ایک قائم مقام جنرل تھا ان کے علاوہ انتیس ۲۹ لیفٹننٹ جنرل، سترہ ۱۷ میجر جنرل، چوبیس کرنل، بارہ لیفٹننٹ کرنل تین میجر دو کپتان اور ایک لیفٹنٹ تھا قائم مقام جنرل مولانا عبیداللہ سندھی تھے۔ جنود ربانیہ کے بارے میں ایک نقشہ اور عہدہ داران کی فہرست ضمیمے میں ملاحظہ فرمائیں۔

۵۴ھ گویا کہ ہندوستان کی عارضی حکومت اور آزادی کی فوج (جنود ربانیہ) کی جانب سے حضرت شیخ الہند کا یہ ایک منصب اعلیٰ پر تقرر اور بیرونی حکومتوں سے معاہدات کے لئے ایک

طرح کا اختیار نامہ ہے۔

۵۵ے خدام سے اشارہ ہندوستان اور پاکستان میں تحریک کے نظام کی طرف ہے یعنی براہِ راست اطلاع نہ پہنچنے کی صورت میں تحریک کے کسی ممبر تک بھی اگر کسی ہدایت یا منصوبہ کی اطلاع پہنچ جائے تو پھر اس کا علم ہو جائے گا۔

۵۶ے اہل مدرسہ سے دارالعلوم دیوبند کے مہتمم صاحبان اور ان کے وہ حواری مراد ہیں جو حضرت شیخ الہند کی تحریک سے نہ صرف الگ تھے بلکہ مخالفت اور اسے نقصان پہنچانے کا بھی کوئی موقعہ ہاتھ سے نہ جانے دینا چاہتے تھے۔ پہلے شاید خوش ہوئے ہوں گے کہ حضرت شیخ الہند کے حجاز جانے کے بعد تحریک ختم یا کم از کم ٹھنڈی ہو جائے گی لیکن اب جبکہ انہیں اپنی توقعات کے خلاف تحریک میں زیادہ سرگرمی کی اطلاعات اور کامیابی کے زیادہ امکانات نظر آنے لگے تو سوچا ہو گا کہ حضرت شیخ الہند کو واپس آنے کا مشورہ دیا جائے تاکہ اس طرح سرکار میں اپنی گرتی ہوئی ساکھ کو قائم رکھا جائے۔ ان جملوں سے مکتوب نگار کا منشا یہی ظاہر ہوتا ہے۔

۵۷ے مولوی محسن۔ معلوم ہوتا ہے کہ مولوی محمد محسن کا تعلق تحریک سے کچھ نہ تھا۔ حضرت شیخ الہند کے سفرِ حجاز کے بعد ہندوستان ہی میں تھے۔ انھیں ارباب دیوبند حضرت شیخ الہند کو ہندوستان کو واپس لانے کے لئے استعمال کرنا چاہتے تھے۔ سازش کیس سے بھی ان کی سیاسی انقلابی سرگرمیوں کے بارے میں کچھ پتا نہیں چلتا۔ سازش کیس کی شخصیات کے ضمن میں ان پر یہ نوٹ ہے۔

"واقعات مابعد جدہ کے بیان میں جو خط مولانا کے نام عبیداللہ نے لکھا ہے اس میں یہ نام ہے۔ مولوی محمد محسن مولانا محمود حسن کا چھوٹا بھائی ہے۔ دیوبند میں وہ کسی جگہ ملازم ہے۔ سید نورالحسن رتھیڑی ضلع مظفر نگر کا دوست ہے"۔

اس بیان میں یہ تصحیح ضروری ہے کہ مذکورہ خط مولانا عبیداللہ کا نہیں مولانا محمد میاں عرف منصور انصاری کا ہے مولانا ذوالفقار علی دیوبندی کی اولاد میں دو بیٹیاں اور چار بیٹے تھے حضرت شیخ الہند محمود حسن، مولانا حامد حسن (ف ۱۳۲۹ھ) مولانا حکیم محمد حسن اور مولانا محمد محسن یہ اپنے بھائیوں میں سب سے چھوٹے تھے۔ حضرت شیخ الہند کو مولانا محمد محسن سے بہت محبت تھی اور ان کو بھی حضرت سے بے انتہا محبت تھی۔

۵۸؎ غالباً پہلے حضرت مہتمم صاحب اور ان کے حواریوں کا خیال تھا کہ ملک سے باہر حجاز پہنچ کر حضرت شیخ الہندؒ اور دوسرے جاں نثاران ملت بے دست و پا ہو جائیں گے اور تحریک آزادی ملک اور دعوت قیام ملت ختم ہو جائے گی لیکن جوں ہی انھیں اندازہ ہوا کہ تحریک کے فروغ اور دعوت کے قبول کے لئے اکابر اسلام کے قلوب کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے کھول دیا ہے تو انگریز کی خدمت گزاری کے جذبے نے انھیں مضطرب کر دیا اور جو زبانیں پہلے حضرت کے سفر حجاز کی موید تھیں اب حضرت کی واپسی کی دعائیں مانگ رہی تھیں - واحسرتا! اللہ تعالیٰ نے ان کے قلوب کو ملک کی آزادی کے لئے ایثار و اضطراب اور جذبات خیر سے کس طرح خالی کر دیا تھا۔

۵۹؎ قاضی، حکیم، ڈاکٹر، مولانا رائے والے سے مراد قاضی محمد محی الدین احمد مرادآبادی، قاضی بھوپالی، حکیم عبدالرزاق، ڈاکٹر مختار احمد انصاری اور مولانا عبدالرحیم رائے پوری علیہم الرحمۃ ہیں۔ ان تمام حضرات پر حواشی گزر چکے ہیں۔

۶۰؎ "قصر غالب سے اشارہ "غالب نامہ" کے راز افشا ہو جانے کی طرف ہے۔ غالب نامہ وہ تحریر ہے جو مکہ کے ترکی گورنر غالب پاشا سے حضرت شیخ الہندؒ نے حاصل کی تھی۔ نیز "قصر غالب کے علم ہونے کے بذریعہ مطلوب" کا مطلب یہ ہے کہ مطلوب الرحمٰن غالب نامہ کے راز کے افشا کا باعث بنے تھے۔

۶۱؎ اشارہ اس طرف ہے کہ مطلوب الرحمٰن کا جو رویہ ہندوستان میں رہا اور انہوں نے گورنمنٹ کو جو اطلاعات بہم پہنچائیں، ان کی وجہ سے حضرت شیخ الہندؒ کی گرفتاری کا یہاں خطرہ بڑھ گیا ہے۔

۶۲؎ عبدالعزیز پر نوٹ گزر چکا ہے۔ دیکھئے حاشیہ نمبر ۳۵۔

۶۳؎ "مولانا حسین ان کے والدین و برادران" سے مراد مولانا حسین احمد مدنیؒ آپ کے والد ماجد اور حضرت مدنی کے بھائی ہیں۔ تفصیل یہ ہے :-

مولانا مدنیؒ کے والد کا اسم گرامی مولوی سید حبیب اللہ تھا وطن الہداد پور تحصیل ٹانڈہ ضلع فیض آباد تھا۔ سرکاری اسکول میں مدرس تھے۔ مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی

کے خلیفہ اور مجاز بیعت وارشاد تھے۔ ۱۳۱۶ھ میں اپنے پورے خاندان کے ساتھ ہجرت کر گئے۔

۱۳۳۴ھ میں جب حضرت شیخ الہندؒ اور ان کے رفقاء کو مدینہ منورہ میں گرفتار کیا گیا تو حضرت مدنی اور حضرت شیخ الہندؒ کے تعلق کی بناء انھیں بھی ان کے دو بیٹوں سمیت (مولانا سید احمد اور محمود احمد) گرفتار کر کے ایڈریانوپل بھیج دیا گیا۔ وہاں پہنچنے کے ایک ماہ بعد ۱۹۱۷ء میں انتقال ہوا اور وہیں دفن ہوئے۔ مولانا حسین احمد مدنیؒ کے علاوہ مولوی حبیب اللہ کے چار بیٹے اور تھے:-

۱- مولانا محمد صدیق ولادت الہداد پور ۱۲۸۸ھ وفات مدینہ منورہ ۱۳۳۱ھ دارالعلوم دیوبند کے فارغ التحصیل اور مولانا رشید احمد گنگوہی سے بیعت اور ان کے خلیفہ تھے۔

(مولوی وحید احمد جو مالٹا میں حضرت شیخ الہندؒ کے ساتھ اسیر تھے آپ ہی کے صاحبزادے تھے۔

۲- مولانا سید احمد ولادت بانگر مئو ۱۲۹۳ھ وفات مدینہ منورہ ۱۳۵۸ھ یا ۱۳۵۹ھ۔ یہ بھی دارالعلوم دیوبند کے فارغ التحصیل، مولانا رشید احمد گنگوہی سے بیعت اور حضرت شیخ الہندؒ اور مولانا خلیل احمدؒ کے خلیفہ مجاز تھے۔ مدینہ منورہ میں مدرسہ العلوم الشرعیہ لیتامی المدینہ المنورہ کے نام سے ایک مدرسہ قائم کیا جو اب بھی قائم ہے۔ اس کے ساتھ ایک عظیم الشان لائبریری بھی ہے۔

۳- جمیل احمد ولادت الہداد پور ۱۳۰۲ھ - وفات مدینہ منورہ۔

ہندوستان میں عربی درسیات کی وسطانی کتابیں پڑھتے تھے کہ والد مرحوم کے ساتھ ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لے گئے یہاں ترکی مدرسہ رشیدیہ سے تکمیل کی پھر استنبول میں اعدادیہ میں داخل کئے گئے۔ ایک سال بعد بیمار ہو گئے مدینہ منورہ واپس آگئے اور اسی بیماری میں جوانی کے عالم میں انتقال کیا۔

۴- محمود احمد ولادت الہداد پور ۱۳۰۸ھ۔

مدینہ منورہ کے ترکی مدرسہ رشیدیہ سے فراغت کے بعد ملازمت اختیار کر لی۔ حکومت سعودیہ میں جدہ کے قاضی تھے پھر استعفیٰ دیکر مدینہ منورہ میں اپنا کاروبار شروع کر دیا۔ "نقش حیات" کی اشاعت ۱۹۵۳ء تک زندہ تھے۔ مولانا حسین احمد مدنی، ان کے والد ماجد اور برادران گرامی قدر یہی ہیں جنھیں مولوی محمد میاں انصاری نے اپنے خط میں ہدیۂ سلام سے نوازا ہے۔

مولانا مدنیؒ کے والد اور ان کے بھائیوں میں سے کسی کا تعلق چونکہ ریشمی خطوط تحریک سے نہ تھا۔ اس لئے ان کے مزید تعارف وتذکرہ سے قطع نظر صرف مولانا حسین احمد مدنیؒ کا مختصر تعارف کرایا جاتا ہے:۔

مولانا حسین احمد مدنی اپنے بھائیوں میں دو سے چھوٹے اور دو سے بڑے تھے ۱۲۹۶ھ میں ضلع اُنّاؤ (یوپی) کے قصبہ بانگرمئو میں پیدا ہوئے جہاں ان کے والد مدرس تھے۔ مولانا کی عمر تین سال کی تھی کہ ان کے والد نے اپنا تبادلہ وطن مالوف ٹانڈہ کرالیا۔ یہیں مولانا کی تعلیم کا آغاز ہوا ۱۳۰۹ھ میں جب آپ کی عمر بارہ سال کی تھی آپ کو حضرت شیخ الہند کی خدمت میں دارالعلوم دیوبند بھیج دیا گیا سات سال کے عرصے میں علوم متداولہ سے فارغ ہوگئے اور مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے بیعت کرلی ۱۳۱۶ھ میں والد ماجد کے ہمراہ ہجرت کرکے مدینہ منورہ تشریف لے گئے ۱۳۳۴ھ میں حضرت شیخ الہندؒ حجاز تشریف لے گئے تو حضرت مولانا مدنیؒ مسجد نبوی میں درس وتدریس حدیث میں مصروف تھے اگرچہ درمیان کے ۱۸ برس میں متعدد بار ہندوستان تشریف لائے اور بعض مرتبہ کئی کئی سال قیام بھی کیا لیکن مستقل قیام اور مصروفیت درس وتدریس حدیث مدینہ منورہ ہی میں رہی۔ جب حضرت شیخ الہندؒ کو گرفتار کرلیا گیا تو اگرچہ مولانا مدنی کی گرفتاری کے احکام نہ تھے لیکن حضرت شیخ الہندؒ سے آپ کی محبت نے گوارا نہ کیا کہ اس ابتلاء میں آپ کا ساتھ نہ دیا جائے چنانچہ آپ کی درخواست پر آپ کو بھی حضرت شیخؒ کے پاس جدہ پہنچا دیا گیا اور آپ نے حضرت شیخ الہندؒ کے ساتھ چار سال کا دور ابتلاء و مصائب اسارت مالٹا نہایت صبر وشکر کے ساتھ بسر کیا اور حضرت شیخ کی خدمت گذاری میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔

جون ۱۹۲۰ء میں رہائی ملی تو حضرت شیخ الہندؒ کے ساتھ ہندوستان لوٹے اور سیاسی مصروفیات کے ساتھ درس وتدریس حدیث اور مسلمانوں کی تعلیم واصلاح کی خدمت میں مصروف رہے۔ جامعہ اسلامیہ امروہہ، مدرسہ اسلامیہ کلکتہ (یہ وہ مدرسہ ہے جو مولانا ابوالکلام آزاد نے تحریک ترک موالات کے زمانے میں قائم کیا تھا)، مدرسہ عالیہ کلکتہ، جامعہ اسلامیہ سلہٹ میں صدر المدرسین اور شیخ الحدیث کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔ ابتدائی تین مدارس میں تو بہت تھوڑے تھوڑے عرصے کام کیا لیکن جامعہ اسلامیہ سلہٹ میں ۱۳۳۹ھ سے ۱۳۴۵ھ تک تقریباً چھ سال درس وتدریس

حدیث میں مصروف رہے ۱۳۴۵ھ میں آپ کو دارالعلوم دیوبند کی صدارت اور نظامت تعلیم و تدریس سونپی گئی اور اپنی وفات تک ۳۲ برس آپ اس عہدہ پر فائز رہے۔

تحریک شیخ الہند سے آپ کی وابستگی ۱۹۱۶ء سے ہے اگرچہ تحریک ریشمی خطوط سے آپ کا کوئی خاص تعلق نہیں لیکن بعد میں سنت یوسفی کی پیروی کرتے ہوئے قید و بند کی صعوبتوں اور آزمائشوں سے بھی گذرے۔ انہوں نے جس طرح سیاسی ومذہبی زندگی گزاری ہے اس کا صرف تصور ہی کیا جا سکتا ہے انہیں شب و روز کی سیاسی مصروفیات میں بقول مولانا سید محمد ازہر شاہ قیصر چوبیس گھنٹوں میں سے صرف تین گھنٹے آپ سوتے تھے بقیہ سارا دن درس و تدریس اور دینی ملی اور سیاسی وملکی خدمات میں صرف ہوتا تھا مولانا سید محمد میاں نے حضرت مدنی کے نظام الاوقات کا بیان فرمایا ہے اس پر ایک نظر ڈال لینی چاہیے مولانا محمد میاں مصنف "علمائے حق" فرماتے ہیں:-

"سیاسی، تبلیغی، تدریسی تینوں قسم کی خدمات اور مزید برآں دارالعلوم دیوبند کی صدارت کے منصبی فرائض یعنی خصوصی مشورے، نگرانی، چندہ کی مساعی، مالیات کی اصلاح وغیرہ بیک وقت ادا کرنا درحقیقت حضرت محترم ہی کا ظرف اور آپ ہی کی ہمت ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ راحت و آرام، بے فکری اور سکون سب کچھ قربان ہوگیا۔ شب و روز کی مسلسل جد و جہد ہے جس کو وہ انسان انجام دے رہا ہے جس کو خدا نے فوق العادت روحانی قوت عطا فرمائی۔

شب کو کئی کئی گھنٹے مسلسل تقریر، اس کے بعد سفر اور صبح مدرسہ میں پہنچ کر مسلسل کئی گھنٹے ڈھائی سو طلبہ کی جماعت کو درس دینا جس میں ہر قابلیت اور ہر مذاق کے طلباء موجود ہیں جن میں بعض وہ بھی ہوں جو کئی سال تدریس کرکے محض سماعت حدیث کے شوق میں حاضر ہوئے ہوں پھر وہ دماغ سوز مشقت جو ڈھائی تین سو طلباء کے وسیع حلقے میں تقریر کرتے ہوئے پیدا ہو۔ پھر اسی طرح ظہر و عصر بعد اور بسا اوقات عشا بعد بھی۔ برابر درس۔ اور پھر ایک دو دن نہیں ہمیشہ، مسلسل اور نہ صرف دن بلکہ شب کو بھی۔ اسی طرح مشاغل کا تسلسل مثلاً قیام دیوبند کے زمانے میں مغرب بعد صلوۃ اوابین جس میں کم از کم سوا پارہ یومیہ کی تلاوت پھر مسترشدین کو تلقین یا

بیعت۔ پھر عشاء بعد کم از کم دو گھنٹے درس حدیث، کتب بینی، اخبارات دیکھنا، ان سے یادداشتیں مرتب کرنا جس کا بیش بہا ذخیرہ ہزار ہا صفحات کا اس وقت حضرت موصوف کے پاس موجود ہے۔ پھر آخر شب میں تہجد، اس کے بعد ذکر و مراقبہ وغیرہ وغیرہ"۔

مولانا ازہر شاہ قیصر نے لکھا ہے کہ ہم جیسے ناکاروں کے لئے تو اس زندگی کا تصور بھی مشکل ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ یہ فوق العادت روحانی قوت تھی جو ان تمام مشاغل و معمولات کو پورا کراتی تھی۔

حضرت مولانا حسین احمد مدنی علیہ الرحمۃ علوم دینی کے متبحر عالم تھے۔ حدیث ان کے مطالعہ و نظر کا خاص موضوع تھا قاری محمد طیب صاحب مدظلہٗ نے انہیں بڑے درجے کا محدث اور حدیث کا محقق لکھا ہے اسی طرح علوم سیاسیہ میں بھی ان کا مقام بہت بلند تھا۔ وہ عملی میدان کے بھی شہسوار تھے تحریک ریشمی خطوط ۱۹۱۶ء سے لے کر ۱۹۴۷ء تک کوئی ملی و سیاسی تحریک ایسی نہیں جس میں انہوں نے ملک و قوم اور ملت کی رہنمائی نہ کی ہو۔ وہ جمعیت علماء ہند کے صدر تھے۔

تحریک ریشمی خطوط میں اگرچہ وہ سب سے آخر میں آئے لیکن اپنے ایثار و اخلاص کی بنا پر انہوں نے اولین و سابقین پر بھی فوقیت حاصل کر لی ریشمی خطوط سازش کیس میں ان کی شخصیت اور کردار کے بارے میں خاصا طویل نوٹ ہے۔ اس میں کہا گیا ہے :-

"یہ حسین احمد مدنی ہے۔ جنود ربانیہ کی فہرست میں لیفٹننٹ جنرل ہے۔ یہ خاندان اصل میں ضلع فیض آباد (یوپی) کا ہے لیکن ۱۸۹۹ء میں حجاز کو ہجرت کر گیا تھا۔ مولوی حسین احمد مدنی مدینہ کا مفتی تھا۔ ہندوستان سے جانے سے پہلے وہ دیوبند میں مدرس تھا۔ مولانا محمود حسن کا پکا مرید اور جہاد کا زبردست مبلغ ہے دو سال ہوئے اپنے بھتیجے وحید کے ساتھ جو اس کے مرحوم بھائی محمد صدیق کا لڑکا ہے۔ ہندوستان آیا تھا اور دیوبند میں مولانا محمود حسن کے مکان میں چند ماہ قیام کرنے کے بعد وحید کو مدرسہ میں طالبعلم کی حیثیت سے چھوڑ کر عرب کو واپس ہو گیا تھا مدینہ میں مولانا محمود حسن اس کے مکان میں ٹھہرے تھے۔ شریف مکہ کے حکم سے ۲۰ دسمبر ۱۹۱۶ء کو یا اس کے لگ بھگ اسے مکہ میں گرفتار کر لیا گیا تھا اور جدہ بھیج دیا گیا تھا جہاں سے اسے ۱۲ مئی ۱۹۱۷ء کو مصر روانہ کر دیا گیا تھا"۔ ۵ دسمبر ۱۹۵۷ء کو دیوبند میں انتقال فرمایا۔

(مسلسل)